

جانب دین و شریعت کے بنیادی مقاصد اور اصل اہداف کے اعتبار سے جائزہ لیا جائے کہ دین کے اعتبار سے حق و باطل اور شریعت اسلامی کی رو سے جائز و ناجائز میں صحیح امتیاز کیا جاسکے اور دوسری جانب سماجی انصاف کے تقاضوں کے اعتبار سے بھی غور کیا جائے کہ کون سا راستہ عوام کی بہبود اور ملک و قوم کی خوشحالی، مضبوطی اور ترقی کے نقطہ نگاہ سے صحیح اور مفید ہے اور کون سا غلط اور مضر — اور پھر کیا عجب کہ ہمیں یہ دونوں تقاضے متحد اور یکجا نظر آئیں۔ اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اگرچہ افراد کی سطح پر اس کے نزدیک اصل نصب العین اور مقصد اعلیٰ اللہ کی رضا اور اخروی فلاح ہے، لیکن دنیا میں اس کا اصل ہدف عدل و قسط کے نظام کا قیام ہے۔ (جس کی مفصل وضاحت صفحات گزشتہ میں ہو چکی ہے!)

اس میں ایک اور مشکل دور ملوکیت میں پروان چڑھنے والی فقہ کے بعض فتاویٰ کی صورت میں بھی موجود ہے، جس کا ایک اہم مظہر سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کے ایک فیصلہ کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ چنانچہ اس کے حل کے لئے بائیں بازو کے ہمارے بعض دانشور کبھی مارکس اور انجیلز کے ”عمرانی انکشافات“ کا سہارا لیتے ہیں (روس میں کمیونزم کی موت واقع ہو جانے کے بعد بھی ان حضرات کی یہ ”وفاداری بشرط استواری“ واقعتاً قابل داد ہے!) اور کبھی علامہ اقبال کے اشعار اور ڈاکٹر علی شریعتی کے افکار کا حوالہ دیتے ہیں، حالانکہ

”خوشر آں باشد مسلمانش کنی
کشیہ شمشیر قرآنش کنی!“

کے مصداق اس کا کامل حل ”شمشیر قرآنی“ ہی کے حوالے سے دور خلافت راشدہ کے عہد فاروقی کے ایک اجتہاد و اجماع میں موجود ہے، جس پر مفصل گفتگو ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ہوگی!

مسئلہ ملکیت زمین

یہ بات تو پاکستان کا ہر عاقل و بالغ شہری اور ہر صاحب دانش و بینش انسان جانتا ہے کہ جب تک یہاں سے جاگیرداری اور بڑی زمینداری کا خاتمہ نہیں ہوتا نہ یہ ملک ترقی کر سکتا ہے نہ یہاں عوامی فلاح و بہبود کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی حقیقی معنی میں عوامی سیاست جڑ پکڑ سکتی ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں اور بڑے زمینداروں سے ان کی فاضل زمینیں کس اصول کے تحت واپس لی جائیں؟ اس لئے کہ خواہ کسی اور معاملے میں یہاں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا سوال نہ اٹھایا جاتا ہو اور شریعت اسلامی کے اوامر و نواہی کو پوری شان استغناء کے ساتھ نظر انداز کر دیا جاتا ہو جب بھی جاگیرداری اور زمینداری کا مسئلہ سامنے آتا ہے فوراً شریعت کی ڈھال سامنے کر دی جاتی ہے اور اصول ملکیت اور اس کے جملہ لوازم کے ضمن میں اسلام کے خالص فقہی تصورات کی پناہ لے لی جاتی ہے۔

چنانچہ بعض لوگوں کو یہ تک کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ اصل میں پاکستان بنایا ہی نوابوں، وڈیروں، جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں نے تھا اور ان کے پیش نظر قیام پاکستان سے صرف اپنے مفادات اور اپنی مراعات کے تحفظ کا مقصد تھا جو تا حال با حسن وجہ پورا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ انڈین نیشنل کانگریس ایک جانب خود بھی عوامی جماعت تھی اور دوسری جانب اس کی قیادت پر سوشلزم کے نظریات اور تصورات کا غلبہ تھا، جبکہ مسلم لیگ بنیادی طور پر نوابوں اور نواب زادوں اور ”سروں“ اور خان بہادروں کی جماعت تھی، جنہوں نے اسلام کے نعرے کو صرف اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر استعمال کیا۔ چنانچہ نتیجہ بھی عملی طور پر یہی نکلا کہ بھارت میں زمینداری آزادی کے فوراً بعد ختم کر دی گئی، جبکہ پاکستان میں فیوڈل لارڈز تا حال کوس لمن الملک

بجاء رہے ہیں۔

تو اگرچہ ان لوگوں کا یہ نظریہ تا حال تو ”مطابق واقعہ“ ہونے کی بناء پر بظاہر بہت درست نظر آتا ہے، لیکن اس کی جڑ ایک تو اس حقیقت واقعی ہے کٹ جاتی ہے کہ نہ مصور و مفکر و مجوز پاکستان علامہ اقبال جاگیردار یا زمیندار تھے نہ ہی بانی و معمار و مؤسس پاکستان محمد علی جناح اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے دوسرے ان شاء اللہ مستقبل ثابت کر دے گا کہ پاکستان کا قیام مشیت الہی میں پوری نوع انسانی کے سامنے اسلام کے سماجی انصاف اور عدل و قسط پر مبنی اجتماعی نظام کا ایک نمونہ پیش کرنے کے لئے عمل میں آیا ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی اس ”راہی“ کو اپنی ”بھولی ہوئی منزل“ یاد آ جائے گی اور یہ ”بھٹکا ہوا آہو“ بالآخر ”سوئے حرم“ روانہ ہو جائے گا! اللہم آمین!

تاکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ سوال جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے پہلے بھی محض خیالی یا وہمی نہیں تھا، بلکہ واقعی اور حقیقی تھا اور ۱۹۹۰ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بینچ نے جو فیصلہ قزلباش وقف وغیرہ بنام چیف لینڈ کمشنر پنجاب وغیرہ نامی اپیل میں دیا تھا اس نے تو اس سوال کو ہزار گنا زیادہ اہم بنا دیا ہے اور اگر اس مشکل کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاتا تو اس سے آئندہ کسی بھی نوعیت کی ادنیٰ سے ادنیٰ زرعی اصلاحات کا راستہ بھی ہمیشہ کے لئے مسدود ہو جائے گا۔

تو اگرچہ اس سوال کا جواب دینے اور اس مشکل کو حل کرنے کی اصل ذمہ داری سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے ان نیم مذہبی اور نیم سیاسی جماعتوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنے انتخابی منشوروں میں زمین کی ملکیت کو محدود کر دینا شامل کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان جماعتوں کی جانب سے تا حال اس سوال کا کوئی جواب اور اس مشکل کا کوئی حل پیش نہیں کیا گیا، جس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے میں ہرگز سنجیدہ نہیں ہیں اور ان کے پیش نظر بھی سوائے سیاسی نعرہ بازی کے اور کچھ نہیں ہے! واللہ اعلم!!

بنابریں راقم الحروف اس بحث کا آغاز اس لئے کر رہا ہے کہ اس پر سنجیدہ غور و فکر

اور گفت و شنید کا آغاز ہو، اور خصوصاً وہ اس علم اور رہنمائی دین اس پر پوری توجہ مرکوز کریں جو اس ملک میں نہ صرف واقعی طور پر اسلام کی سر بلندی اور دین حق کے غلبہ و قیام کے آرزو مند ہوں، بلکہ اس لئے اپنی ذہن و فکر اور سعی و عمل کی جملہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے پر بھی آمادہ ہوں! بالخصوص ایسے اصحاب علم و دانش آگے بڑھیں جو کتاب و سنت کے نصوص کی پابندی کے عزم مصمم کے ساتھ ساتھ صرف سلف کی اجتہادی آراء کے مقلد جامد بن کر نہ رہ جائیں بلکہ شریعت کے اصل مقاصد و اہداف کو بھی پیش نظر رکھ سکیں اور جہد و جہاد کے جذبے سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ قیاس و اجتہاد اور اس کے ضمن میں مصالح و مصلحت اور مفاد عامہ کو بھی ملحوظ رکھ سکیں۔ اس لئے کہ حکمت قرآنی کا جو اصل الاصول سورۃ الرعد کی آیت ۷۷ میں بیان ہوا ہے، اس کے مطابق دوام اور بقاء صرف ان ہی چیزوں کو حاصل ہوتا ہے ”جو لوگوں کے لئے مفید ہوں!“ اور اس کے بغیر تمام وعظ و نصیحت اور ساری سیاسی نعرہ بازی زبان کا پھاگ اور منہ کا جھاگ بن کر رہ جاتی ہے جس کا مقدر ہی ”سوکھ کر ختم ہو جانا“ ہے! (۱)

اس تمہید کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے اولین حقیقت جو پیش نظر رہنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ قانونی اور فقہی سطح پر اسلام میں انسانی ملکیت کا تصور یقیناً موجود ہے، چنانچہ اسی پر وراثت، زکوٰۃ اور دوسرے صدقات و واجبہ و نافلہ وغیرہ کے جملہ فقہی احکام مترتب ہوتے ہیں، تاہم واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی اساسی اور ایمانی تعلیمات کے مطابق یہ حق ملکیت اتنا مطلق، اتنا مقدس اور عرف عام میں اتنا ”گاڑھا“ نہیں ہے جتنا کہ سرمایہ دارانہ معیشت کے علمبردار خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی اصل حیثیت صرف ”حق و منع تصرف“ کی ہے، یعنی کسی شے کے استعمال کا حق کسی ایک شخص معین کو حاصل ہو اور باقی سب کے لئے ممنوع ہو جائے!

چنانچہ قرآن حکیم کی اساسی تعلیمات کے مطابق کوئی انسان کسی دوسری شے تو کیا خود اپنے جسم و جان کا بھی مالک نہیں ہے، بلکہ اس کے وجود سمیت کائنات کی ہر شے کا

مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور جسم و جان، زمین و مکان، مال و منال اور آل و اولاد سمیت ہر شے جو کسی بھی انسان کو حاصل ہوتی ہے، اس کی ملکیت کی نہیں بلکہ اس کے پاس اللہ کی ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتی ہے۔ بقول شیخ سعدی ۔

ایں امانت چند روزہ نزد ماست

در حقیقت مالک ہر شے خدا ست

لہذا ان اشیاء کے استعمال کا حق اور ان میں تصرف کا اختیار تو انسان کو حاصل ہے لیکن صرف ان قوانین و قواعد کے مطابق اور ان حدود و قیود کے اندر اندر جو مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے معین فرمادیئے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس ”سرمایہ دارانہ“ ذہنیت کی مکمل عکاسی قرآن حکیم میں حضرت حبیب علیہ السلام کی قوم کے لوگوں کے اس قول کی صورت میں کر دی گئی ہے: ﴿أَنْ نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ﴾ ”کہ ہم تصرف کریں اپنے اموال میں جیسے بھی ہم چاہیں!“ (ہود: ۸۷) بہر حال اسلام اس نوع کے مطلق اور مقدس حق ملکیت کا ہرگز قائل نہیں، اس کے نزدیک انسانوں کو جو حق ملکیت حاصل ہے وہ مقید اور محدود ہے۔

پھر خاص طور پر زمین کے ضمن میں یہ معاملہ ایک قدم مزید آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور اگرچہ ﴿إِنَّ اَلْاَرْضَ لِلّٰہِ﴾ یعنی ”یقیناً زمین اللہ ہی کی ملکیت ہے!“ (الاعراف: ۱۲۸) اور ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاِنْسَامِ﴾ یعنی ”زمین کو اس نے بچھا دیا تمام مخلوقات کے لئے!“ (الرحمن: ۱۰) اور ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ یعنی ”وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے سب کچھ جو زمین میں ہے!“ (البقرہ: ۲۹) اور اس مضمون کی دوسری بے شمار آیات سے زمین کی ذاتی ملکیت کے خلاف کوئی قانونی اور فقہی دلیل تو نہیں اخذ کی جاسکتی، تاہم ایک رہنما اصول ضرور حاصل ہوتا ہے جس کی نہایت خوبصورت تعبیر کی ہے علامہ اقبال مرحوم نے۔ یعنی ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

یاد شاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین!

اور

وہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں!
تیرے آباء کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!

اور

رزق خود را از زمیں بردن رواست!

ایں متاع بندہ و ملک خداست!

یہی وجہ ہے کہ زمین کے بارے میں یہ شرعی ضابطہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی قطعہ زمین کا ”مالک“ اسے بے کار پڑا رہنے دے اور اس میں کاشت نہ کرے تو ایک معین عرصے کے بعد اس کا ”حق ملکیت“ خود بخود ختم ہو جائے گا اور زمین ضبط کر

© rasailojaraid.com

اور اس سے بھی آگے بڑھ کر نہایت حسین و لطیف نکتہ وہ ہے جو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”میرے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے!“^(۱) لہذا پوری زمین کو ”وقف“ کی حیثیت حاصل ہے، اس لئے کہ مسجد وقف ہوتی ہے۔ (چنانچہ جملہ اوقاف کے مانند مسجد کے بھی صرف ”متولی“ ہوتے ہیں، مالک کوئی نہیں ہوتا!)

تاہم ان تمام نکات سے صرف اصولی رہنمائی اخذ کی جاسکتی ہے، قطعی اور قانونی جزئیات کا استنباط نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ کم از کم ہم اہل پاکستان کی حد تک اس مشکل مسئلے کا مکمل حل امیر المؤمنین اور ”خليفة خليفة الرسول ﷺ“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد میں موجود ہے جو آپؐ نے عراق، شام، ایران اور مصر کے مفتوحہ ممالک کی اراضی کے بارے میں کیا تھا اور جس پر ابتدائی رد و قدح اور بحث و نزاع کے بعد

(۲) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا.....)) رواه ابو داؤد و الترمذی و النسائی و الدارمی، عن علی بن ابی طالب و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن عباس و ابی ہریرة و حذیفہ بن الیمان و انس بن مالک و ابی امامة و ابی ذر الغفاری (رضی اللہ عنہم)

© rasailojaraid.com

”اجماع“ ہو گیا تھا اور جس کی بنیاد پر شریعت اسلامی میں اراضی کی دو مستقل قسمیں قرار پا گئیں، یعنی (۱) عُشری جو انفرادی ملکیت میں ہوتی ہے اور جس کی پیداوار سے صرف عُشر یعنی دسواں حصہ یا نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ اور (۲) خراجی جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت یا بالفاظ دیگر بیت المال کی ملکیت ہوتی ہے اور جس کی پیداوار میں سے کم و بیش نصف کی حد تک ”خراج“ کی صورت میں بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔

یہ واقعہ قاضی ابویوسفؒ نے اپنی مشہور زمانہ تالیف ”کتاب الخراج“ میں جو انہوں نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر تالیف فرمائی تھی، نہایت عمدہ اور مفید طور پر بیان کر دیا ہے۔ ان مفتوحہ علاقوں کے بارے میں ایک رائے یہ تھی کہ ان کی تمام زمینیں جملہ باشندوں سمیت ”مالِ غنیمت“ کی حیثیت رکھتی ہیں جنہیں اس قانونِ غنیمت کے مطابق جو سورۃ الانفال میں بیان ہوا ہے (آیت ۴۱) مجاہدین میں تقسیم کر دیا جانا چاہئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کا صرف پانچواں حصہ بیت المال کی ملکیت قرار پاتا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہو جاتے اور اس طرح تمام اراضی انفرادی جاگیر بن جاتیں اور اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین جاگیردارانہ نظام قائم ہو جاتا، بلکہ ان ممالک کے تمام باشندے مسلمانوں کے شخصی ”غلام“ بن جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ذوقِ سلیم اور فہمِ عمیق نے اس صورت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، جس کی بناء پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ”حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے!“ (۳) اور ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے!“ (۴) چنانچہ ان کے انقلابی و اجتہادی مزاج اور عمیق اور مجتہدانہ فہم قرآن نے

(۳) عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ قال : سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ :

((إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ)) رواہ ابو داؤد فی الخراج والامارۃ

(۴) عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ((لَوْ كَانَ

یَعْلَمُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ عُمَرَ لَيَكُنَّ عُمَرَ)) رواہ الترمذی، باب مناقب عمر بن الخطاب

فیصلہ کیا کہ اموال غنیمت کا اطلاق صرف ان اموال منقولہ پر کیا جائے جو عین موقع جنگ پر حاصل ہوں، جیسے ہتھیار، سامانِ رسد اور گھوڑے اور اونٹ اور دوسرے مال مویشی وغیرہ جبکہ اراضی اور دیگر اموال غیر منقولہ کو مالِ ”فے“ قرار دیا جائے جس کا حکم سورۃ الحشر کی آیات ۶ تا ۱۰ میں بیان ہوا ہے، یعنی یہ سب مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار پائیں اور ان کی آمدنی عوام کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ ہو اور دفاع ملی اور دیگر امورِ مملکت میں بھی صرف ہو۔ بہر صورت کسی کی بھی انفرادی ملکیت تصور نہ ہو۔

اس پر شدید رد و قدح اور بحث و نزاع کا بازار گرم ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کی اس رائے سے اختلاف کرنے والوں میں ابتداءً حضرت بلالؓ اور ان کے بعض ساتھی تھے، پھر حضرت زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہم) یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے بھی دو حضرات یعنی حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہما) کی پُر زور حمایت اور وکالت حاصل ہو گئی۔ جبکہ دوسری جانب بھی کبار صحابہؓ ہی کی ایک بڑی جماعت جس میں عشرہ مبشرہ سے بھی تین حضرات یعنی حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہم) اور ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) جیسے عالمانِ کتاب و سنت بھی شامل تھے، حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق رکھتی تھی۔ اور اس نزاع کا فیصلہ بالآخر اس طرح ہوا کہ انصاری مدینہ میں سے اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے پانچ پانچ اکابر صحابہؓ کی ایک مجلس تشکیل دی گئی جو زراعت کے معاملات میں واقفیت اور مہارتِ تامہ کے حامل تھے (گویا اصطلاحِ جدید میں زراعت اور بندوبست اراضی کے ماہرین کا ایک کمیشن مقرر کیا گیا) جنہوں نے ”بالاتفاق“ حضرت عمرؓ کی رائے کی تصویب کی۔ اور اس طرح گویا اس امر پر ”اجماع“ ہو گیا کہ جو ملک یا علاقے بزورِ شمشیر فتح ہوئے ہوں ان کی اراضی کسی کی ”انفرادی ملکیت“ نہیں ہوں گی، بلکہ بیت المال کی ملکیت یا بالفاظِ دیگر مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار پائیں گی، جبکہ عشری یعنی انفرادی ملکیت میں داخل اراضی صرف ان علاقوں کے لوگوں کے لئے خود کفایت کے لئے بھڑے بغیر ایمان لے آئے ہوں، جیسے

اہل یثرب جواز خود یا محض دعوت و تبلیغ سے ایمان لائے تھے اور پھر خود جا کر نبی اکرم ﷺ کو اپنے یہاں لائے تھے۔ رضی اللہ عنہم وارضاهم اجمعین۔

اس ضمن میں ”کتاب الخراج“ کا حسب ذیل اقتباس بہت مفید ہے جس میں حضرت عمرؓ اور اوس و خزرج کے مذکورہ بالا دس اکابر و اشراف کی گفتگو نقل کی گئی ہے۔ وہو هذا!:

”جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے اللہ کی ایسی حمد و ثنا کی جس کا وہ مستحق ہے اور پھر فرمایا:

”میں نے آپؐ حضرات کو صرف اس لئے تکلیف دی ہے کہ میرے کاندھوں پر آپ کے معاملات کی ذمہ داری ہے اس میں آپؐ میرا ہاتھ بٹائیں۔ کیونکہ میں بھی آپؐ کی طرح ایک انسان ہوں۔ آج آپؐ حضرات کو حق متعین کرنا ہو گا۔ بعض لوگوں نے مجھ سے اختلاف کیا ہے اور بعض نے اتفاق۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپؐ حضرات بہر حال وہی رائے قبول کریں جو میں نے اختیار کی ہے۔ آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے جو حق بات کہتی ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے کوئی بات کہی ہے جس پر میں عمل کا ارادہ رکھتا ہوں تو اس سے میرا ارادہ سوائے اتباع حق کے کچھ اور نہیں۔“

ان لوگوں نے کہا:

”امیر المؤمنین! آپؐ فرمائیے ہم سنیں گے (اور غور کریں گے)“

تو آپؐ نے فرمایا:

”آپؐ حضرات نے ان لوگوں کی باتیں سن لی ہیں جن کا خیال ہے کہ میں ان کی حق تلفی کر رہا ہوں۔ میں ظلم کے ارتکاب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں! اگر میں نے کوئی ایسی چیز جو ان لوگوں کا حق تھی ان کو نہ دی ہو اور دوسروں کو دی ہو تو میں بڑا ہی بد بخت ہوں! لیکن میرا خیال ہے کہ کسریٰ کی سرزمین کے بعد اب کوئی چیز نہیں رہ گئی ہے جو فتح ہو۔ اللہ نے ان کے اموال، زمینیں اور کاشتکار ہمیں بطور غنیمت عطا کر دیئے ہیں۔ ان لوگوں کو غنیمت سے جو مال ملا تھا اسے تو میں نے اس کے مستحقین میں تقسیم کر دیا ہے اور پانچواں حصہ نکال کر اسے اس کے متعینہ